درسِ قرآن

جناب پروفیسر مقبول احمد قطنی

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

اور ابراہیم علیہ السلام کو (ہم نے بھیجا) جب کہا انہوں نے اپنی قوم کو کہ بندگی کرو صرف اللہ کی اور اسی کا ڈر رکھو۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیئے اگر تم جانتے ہو۔

ایت سابقہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر تھا۔ انہوں نے پچاس سال کم ایک ہزار سال تک توحید کی دعوت دی قوم نے مسلسل انکار کیا۔ اور بالآخر آپ نے اپنی قوم کی ہلاکت وبربادی کے لیئے بارگاہِ ایزدی میں دستِ دعا اٹھاتے اور پھر ہولناک ربی طوفان نے اس قوم کو نیست ونابود کردیا۔ اس بلاخیز ربی طوفان سے صرف وہی چند نفوس بچ سکے جنہوں نے آپ پر ایمان لایا اور کشتی میں سوار ہو گئے۔ ان ہلاک ہونے والوں میں آپ کا بیٹا بھی تھا۔ باوجود ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت نبی ہونے کے آپ نہ صرف یہ کہ اس کو عذاب الٰہی سے بچا نہ سکے بلکہ اس کی طرف قلبی وفطری میلان کی وجہ سے جب اس کے حق میں شفارش کی تو الٹی بارگاہِ ایزدی سے ڈانٹ کھائی۔

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ دنیا میں شرک دو وجوہ کی بنا پر پھیلا۔ ایک آباء پرستی اور دوسرا کواکب پرستی کی وجہ سے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پہلی قسم کا شرک پایا جاتا تھا۔ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں دونوں قسم کے شرک پائے جاتے تھے۔ ان کی قوم بت پرست بھی تھی اور کواکب پرست بھی۔ نمرود اور اس کے حوالی موالی تاثیر کواکب کے قائل تھے۔ اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ انسانی زندگی کے معاملات میں ستاروں کا بہت دخل ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ستاروں کی پوجا بھی کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان ہونے والے مباحثہ ومجادلہ میں ستاروں کا عموماً ذکر پایا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی قوم نے ستاروں کے متعلق یہ عقیدہ اپنا رکھا تھا۔ بعض ستارے نحس اور بعض سعد ہیں۔ بعض برودت اور بعض حرارت رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ مذکر اور کچھ مؤنث ہیں۔ اور یہ تمام ستارے تدبیرِ عالم میں قوتِ موثرہ ہیں۔ اور پھر ان کواکب کی خیالی شکلیں بنا کر اپنی

عبادت گاہوں میں رکھی ہوئی تھیں۔ اور ان کی پوجا کرتے تھے۔ تاکہ ستارے ان سے خوش رہیں۔ اور انہیں بیماری اور افلاس اور ہر قسم کے دکھ درد سے محفوظ رکھیں۔ کواکب پرستی کی یہ اوّلین اور بدترین صورت تھی۔ جو قوم ابراہیم علیہ السلام میں پائی جاتی تھی۔ وہ ستاروں سے خوفزدہ تھے۔ اور ہر قیمت پر ان کو خوش اور راضی رکھنا چاہتے تھے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن قیمؒ مفتاح دار السعادۃ میں قوم ابراہیم علیہ السلام میں پائے جانے والے شرک کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وحران كانت دار مملكتهم والخليل اعدای عدوهم وهم المشركون حقاً والاصنام التي كانوا يعبدونها كانت صورًا وامثالاً للكواكب وكانوا يتخذون لها هياكل وهي بيوت العبادات لكل كوكب منها هيكل فيه اصنام تناسبه فكانت عبادتهم للاصنام وتعظيمهم لها تعظيمًا منهم للكواكب التي وضعوا الاصنام عليها وعبادة لها وهذا اقوى السببين في الشرك الواقع في العالم وهو الشرك بالنجوم وتعظيمها واعتقاد انها احياء ناطقة ولها روحانيات تتنزل على عابديها فصوروا لها الصور الارضية ثم جعلوا عبادتها وتعظيمها ذريعة الى عبادة تلك الكواكب واستنزال روحانياتها وكانت الشياطين تتنزل عليهم وتخاطبهم وتكلمهم وتريهم من العجائب ما يدعوهم الى بذل نفوسهم واولادهم واموالهم لتلك الاصنام والتقرب اليها وكان مبدأ هذا تعظيم الكواكب وظن السعود والنحوس وحصول الخير والشر في العالم منها و

حرآن ان کا صدر مقام تھا۔ حضرت خلیلؑ ان کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ اور یہ لوگ پکے مشرک تھے یہ لوگ جن بتوں کی اپنی عبادت گاہوں میں پوجا کرتے تھے۔ وہ دراصل ستاروں کی شکلیں اور صورتیں تھیں۔ ہر ستارے کے لیئے ایک عبادت گاہ بنائی ہوئی تھی جس میں اس کی مناسبت سے اس میں بت رکھے ہوتے تھے۔ وہ لوگ ان بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ دراصل وہ ستاروں کی تعظیم کرتے تھے۔ دنیا میں جن دو بڑے اسباب سے شرک پھیلا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ستاروں کی تعظیم کی جائے اور ان کو خدا کا شریک ٹھہرایا جائے اور ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے۔ کہ وہ زندہ ہستیاں ہیں۔ اور ان کی روحانی قوتیں عبادت گزاروں پر نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ان کی زمینی تصویریں بنا لیں۔ اور ان کے ذریعے وہ ان ستاروں کی پوجا کرنے لگے۔ اور ان کی روحانی تجلیات کے نزول کے طلب گار ہونے لگے۔ حالانکہ بعض شیاطین ضرور آتے۔ جو ان سے باتیں بھی کرتے اور انہیں عجیب وغریب امور بھی دکھاتے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنی جانیں اور اموال ان بتوں پر اور زیادہ قربان کرنا شروع کر دیتے۔ اس شرک کا آغاز ستاروں

هذا هو شرك خواص المشركين وارباب النظر منهم وهو شرك قوم ابراهيم عليه الصلوٰة و السلام

کی تعظیم سے ہوا کہ یہ ستارے سعد اور نحس ہیں۔ اس سے خیر و شر حاصل ہوتی ہے۔ یہ شرک پڑھے لکھے اور خاص لوگوں میں پایا جاتا تھا۔ اور یہ ہی شرک قوم ابراہیم علیہ السلام میں پایا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی یہ عبارت اپنے معنی و مطلب میں اس قدر واضح اور صاف ہے۔ کہ اس کی مزید توضیح اور تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس عبارت میں بیان کیئے گئے مطالب سے اس آیت مقدسہ کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ جس میں اس بات کا ذکر ہے۔ کہ جب قوم نے آپ کو میلے میں شرکت کی دعوت دی تو آپؑ نے ستاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا تھا کہ اِنِّی سَقِیم کہ میں بیمار ہوں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی) اپنی قوم کو جو دعوت توحید دی وہ دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ ایک اثبات اور دوسرا نفی۔ اثبات میں فرمایا کہ اعبدوا اللہ، اللہ کی عبادت کرو۔ اس میں وجود باری تعالیٰ اور اس کی یکتائی و وحدانیت کا اقرار ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی محض وحدانیت کا اقرار صرف کافی نہیں ہے۔ اس لیئے اعبدوا کا لفظ ان تمام مطالب پر مشتمل ہے۔ کہ اس کے وجود کا اقرار کرو۔ اس کو یکہ وتنہا مانو۔ اور اس کے احکامات کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دو اور ان تمام باتوں میں اخلاص کو بنیاد بناؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تم ان تمام باتوں پر عمل تو کرو مگر ان کے پسِ پردہ خلوص کا فقدان ہو۔ اور یہ سب کچھ ریاکاری اور دکھلاوے کے لیئے کر رہے ہو۔ دوسرا حصہ نفی کا ہے۔ کہ اس کے سوا کائنات میں کسی کو مدبر اور مؤثر حقیقی قرار نہ دو۔ اور نہ ہی کسی اور سے ڈرو کیونکہ خدا کی خدائی میں کسی اور کو خواہ وہ کوئی ستارہ ہو۔ یا بلند ذات ہستی مؤثر مان کر اس سے خوف زدہ ہونا۔ اس سے ڈرنا اور نفع و نقصان کو اس کے قبضۂ قدرت میں خیال کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جو کچھ میں تمھیں بتا رہا ہوں اور جس چیز کی طرف تمھیں دعوت دے رہا ہوں۔ اگر تم غور کرو تو اس میں ہی تمھاری بھلائی ہے۔ اگر تم میری بات مان لوگے تو ستارے تمھارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی تمھارے قدم چومے گی۔

انما تعبدون من دون الله اوثانا و تخلقون افكا إن الذين تعبدون من دون الله لا يملكون لكم رزقا فابتغوا عند الله الرزق واعبدوه واشكروا

تم تو پوجتے ہو اللہ کے سوا بتوں کو اور بناتے ہو جھوٹی باتیں۔ بے شک تم جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ وہ نہیں تمھاری روزی کے مالک۔ تم ڈھونڈو اللہ کے ہاں روزی اور اس کی ہی بندگی کرو۔ اور

لہٗ الیہ ترجعون   اس کا ہی حق مانو۔ اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

اس آیت میں دعوتِ ابراہیمی کو ذرا مزید تفصیل سے بیان فرمایا۔ یہاں سورۃ عنکبوت کی اس آیت میں اوثان کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جب کہ بعض دیگر آیات میں اصنام کا لفظ بیان کیا ہے۔ اوثان جمع ہے وثن کی اور اصنام جمع ہے صنم کی۔ وثن اور صنم کا اگرچہ عمومی معنی بت ہی کیا جاتا ہے۔ مگر ان دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ صنم اس بت کو کہتے ہیں۔ جو کسی انسانی شکل میں بنا ہو۔ مگر وثن عام ہے۔ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے۔ جس کی اللہ کے سوا عبادت اور پوجا کی جاتی ہو۔ خواہ اس کی کوئی بھی شکل وصورت ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی درخت کی پوجا کرتا ہے۔ تو وہ درخت ہی وثن ہے۔ اسی طرح نصاریٰ عموماً اپنے گرجا گھروں میں صلیب کو بڑا مرتبہ دیتے ہیں۔ اس کی بے جا تعظیم کرتے ہیں۔ اس کو سینوں پر سجاتے پھرتے ہیں۔ اسے چومتے اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ تو یہ صلیب بھی وثن ہے۔ بعض آثار میں مذکور ہے۔ کہ جب عدی بن حاتم اسلام قبول کرنے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ تو چونکہ آپ اس وقت عیسائیت کے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ لہذا آپ نے گلے میں صلیب ڈالی ہوئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا اطرح عنک هذا الوثن یا عدی۔ اے عدی اس کو پھینک دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی۔ اللہ کے مانند اس کی تعظیم کی جاتی۔ اور اسے اللہ کی مانند یا اس سے بھی زیادہ مشکل کشا سمجھا جاتا۔ وہ چیز وثن ہے۔ خواہ اس کی شکل کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ اور ایسی چیز کی اس طرح تعظیم کرنا ناپاک فعل ہے۔ اس لیئے اس آیت مبارکہ میں صنم کی بجائے اوثان کا لفظ استعمال کیا۔ کہ قومِ ابراہیمؑ چونکہ ستاروں کی پوجا کرتی تھی۔ اور اپنے عبادت خانوں میں ان کی ہی شکلیں بنائی ہوئی تھیں لہذا فرمایا کہ تم ان اوثان کی پوجا کرتے ہو۔ جو تمہیں کچھ نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے اور ان کی بابت جو تم نے کہانیاں بنا رکھیں ہیں۔ اور جو جو واقعات سنا سنا کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہو۔ یہ سب جھوٹی، لغو اور بے سروپا باتیں ہیں۔ جن کی کوئی حیثیت نہیں۔ سب سے بڑی خواہش انسان کی یہ ہی ہو سکتی ہے۔ کہ اس کے پاس رزق ہو۔ مال ودولت ہو۔ اور اس کی زندگی آسائش و آرام سے بسر ہو۔ یاد رکھو رزق کوئی ستارہ دے سکتا ہے۔ نہ نبی یا ولی۔ رزق کی کنجیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ جس کا رزق چاہتا ہے فراخ کرتا ہے۔ اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ وہی رزاق ہے۔ لہذا اسی سے مانگو اسی کا کھا کر شکریہ ادا کرو۔ اور اسی کی عبادت کرو۔ آخر کار تم نے اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ اور اپنے اعمال اور افعال کا حساب دینا ہے۔ میرا رازق وہ ہے۔ اور اسبابِ رزق اس کے ہاتھ میں ہیں۔ تو پھر اس کا در چھوڑ کر دوسروں کے دروازوں پر کیوں ٹھوکریں کھاتے ہو۔ دوسروں سے کیوں ڈرتے ہو۔ اور ان کے سامنے جبینِ نیاز کیوں

جھکاتے ہو۔ یہ نہ کوئی عقل کی بات ہے۔ اور نہ سمجھ کی۔ فطرت کے بھی اور اصولِ عدل کے بھی منافی ہے۔ بھلا جو ستارے خود مخلوق ہیں۔ حکم خداوندی کے تابع ہیں۔ اور اپنی حرکات و سکنات میں اس کے بتائے ہوئے قانون کے پابند ہیں۔ وہ تمھیں کیا نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور ان کی شکلوں کے مطابق یہ ڈھالے ہوئے بت تمھیں کیا دے سکتے ہیں۔ انہیں تو تم نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ جو چیز اپنے وجود اور اس کے بقاء کیلئے خود تمھاری محتاج ہے۔ کتنی شرم کی بات ہے۔ کہ تم خود کو ان کا محتاج بنا دو۔ یہ انسانیت کی تذلیل ہے۔ اور فخرِ انسانیت کی تحقیر ہے۔ لہٰذا تم اس کی پوجا کرو۔ اس کی عبادت کرو۔ اس سے ڈرو۔ اس سے رزق مانگو جو خود بے نیاز ہے۔ غنی ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور باقی ساری دنیا اس کی محتاج ہے۔

ان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم و ما علی الرسول الا البلاغ المبین	اگر تم جھٹلاؤ گے تو تم سے پہلے بہت جماعتیں جھٹلا چکی ہیں۔ اور رسول کا ذمہ یہ ہے۔ کہ پہنچا دے (اللہ کا پیغام) کھول کر

اس آیت کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ کہ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے۔ یا کہ اس کی مخاطب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ہے۔ اور اس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی دی گئی ہے۔ حضرت قتادہ رضؓ کا ارشاد یہ ہے۔ کہ اس کی مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ہے۔ مفسّر ابنِ جریرؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ مگر دیگر مفسرین جن میں ابنِ کثیرؒ اور امام بغویؒ وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا خیال ہے۔ کہ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے۔ جو آپ نے اپنی قوم کو ارشاد فرمایا مگر اس سے یہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کون سی قومیں تھیں۔ جنھوں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا۔ اس کا جواب ان مفسرین کرام نے یہ دیا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے حضرت شیثؑ اور بعد میں حضرت نوح علیہم السلام کی قومیں تھیں۔ امام کشافؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں۔ کہ قوم نوح ہی کئی اقوام کے برابر تھی۔ کیونکہ نبی کی تکذیب میں جس طرح اس قوم نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا وہ اوّلین خشت تھی جو انبیاء اور رسل کے دشمنوں نے رکھی حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

و الظاهر من السياق ان كل هذا من كلام ابراهيم الخليل عليه السلام	سیاق و سباق سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ حضرت ابراہیمؑ ہی کی کلام ہے۔

اور بظاہر یہی بات زیادہ قرینِ حق معلوم ہوتی ہے۔

اس آیت مبارکہ میں نبی کے دو فرائض بیان کیئے ہیں۔ایک یہ کہ وہ محض اللہ کا پیغام پہنچانے والا ہے۔اس کے ذمے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے احکام بندوں تک پہنچائے اور دوسرا یہ کہ وہ ان احکام کی وضاحت بھی کردے۔تاکہ ان کے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے میں کسی کو کوئی ابہام باقی نہ رہ جائے۔غالباً اسی آیت کی روشنی میں علماء امت نے اصولِ فقہ کا یہ قاعدہ اخذ کیا ہے۔ کہ تاخیر البیان عن وقت الحاجۃ لایجوز۔نبی کے لیئے یہ مناسب نہیں کہ جہاں بیان کرنے کی ضرورت ہو۔وہاں اس بیان کو مؤخر کردے اور موقع پر مسئلہ کی وضاحت نہ کرے۔اس قاعدہ کو محدثین کرام اور فقہاء عظام نے اکثر فقہی مسائل میں بیان کیا ہے۔اور اس کے سہارے اپنے مسائل کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ امام شوکانی نیل الاوطار میں جا بجا اپنے اسی قاعدے کو بیان کرکے مسئلہ کی تعیین فرماتے ہیں۔

بہرحال اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔کہ مسائل کو بیان کرنا نبی کا کام ہے۔اور نبی کے بیان کردہ مسائل کے مقابلہ میں کسی امتی کے بیان کردہ مسائل کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔کیونکہ نبی بلاغ کا بھی مکلف ہے۔اور بیان کا بھی پابند ہے۔اور صاف ظاہر ہے کہ نبی کے بیان کے بعد کسی کے بیان کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

بقیہ :- تصریحات

پاکستان دشمن طاقتوں سے وابستہ ہیں۔ان کا کعبۂ مقصود اور قبلۂ منزل پاکستان سے باہر ہے۔ لہٰذا موجودہ مسلم لیگی حکومت کو اولین فرصت میں قادیانیوں سے کلیدی اسامیاں فوراً واپس لینا چاہیے۔بری، بحری اور فضائی افواج سے قادیانی جرنیلوں اور افسروں کو فوراً الگ کر دینا چاہیے ورنہ خوفناک اور بھیانک نتائج کا اندیشہ ممکن ہے اور یہ بھی خطرہ ہے کہ کہیں قادیانی عجمی اسرائیل یعنی بقول شورش مرحوم مرزائیل نہ قائم کردیں؟

اسلم سیف فیروزپوری